رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

فہرست مضامین

جلد ۷ | ۳۰ ستمبر ۱۹۱۹ء | سہ شنبہ | مطابق ۵ محرم ۱۳۳۸ھ | نمبر ۲۶

مدینۃ المسیح

۲۷ ستمبر سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے صبح کے وقت روزانہ درس قرآن کریم دینا شروع فرما دیا ہے ۔

لکھنؤ جو وفد گیا تھا۔ وہ واپس آ گیا ہے۔ نیز ڈیریانوالہ ضلع سیالکوٹ کے دیگر دیہات اور قصبات میں تبلیغ کرنے کیلئے جو مبلغین گئے تھے۔ وہ بھی واپس آ گئے ۔

گذشتہ ہفتہ میں قاضی عبدالرحیم صاحب کے مکان پر نقب زنی ہونے لگی تھی۔ لیکن وقت پر پتہ لگ جانے سے چور بھاگ گئے ۔

اخبار احمدیہ

ڈاکٹر بیلی اور مسٹر ولیم کا قبول اسلام

اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔ کہ اس نے نو وارد مبلغین اسلام کی خاص طور پر حوصلہ افزائی کی ہے۔ اور ہفتہ واں میں عالیجناب ڈاکٹر جارج سیموئل بیلی۔ ایم۔ ڈی۔ چودھری فتح محمد سیال ایم۔ اے کے ہاتھ پر اور مسٹر ڈنس ولیم مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کی تبلیغ سے حلقہ بگوشان اسلام میں شامل ہوئے۔ اول الذکر کا اسلامی نام احمد اور موخر الذکر کا مسلم نام محمود رکھا گیا۔ فالحمد للہ علی ذالک ۔

گذشتہ اتوار کو جناب چودھری صاحب کی تقریر "عشق الٰہی" پر احمدیہ مسجد لنڈن میں ہوئی۔ اور انگریز مرد و عورتوں و ہندوستانی طلباء نے توجہ سے سنی۔ عید الضحیٰ کی نماز ۵ ستمبر بروز ہفتہ ۱۱ بجے صبح سٹار سٹریٹ احمدیہ مسجد میں ہوئی۔ فقط والسلام ۔ مفتی محمد صادق لنڈن

ڈیریانوالہ میں کامیابی

احباب کسی گذشتہ پرچہ میں علماء سلسلہ کے ڈیریانوالہ ضلع سیالکوٹ میں جانے کا حال پڑھ چکے ہیں۔ وہاں پیر جماعت علی شاہ کے خلیفہ مولوی غلام احمد صاحب اخگر سے جناب مولانا حافظ روشن علی صاحب کا مباحثہ ہوا۔ مضمون زیر بحث صداقت مسیح موعود تھا۔ ۱۶ ستمبر کو بحث ہوئی۔ وقت بحث پانچ گھنٹے تھا جو نماز کا وقت نکال کر مساوی مساوی تقسیم کیا گیا۔ مخالف مناظر کے پاس رسالہ "الہامات مرزا" مؤلفہ ثناء اللہ صاحب تھا۔ جس کو پڑھ کر سناتا رہا۔ مباحثہ نہایت امن کے ساتھ پولیس کی حفاظت میں ختم ہوا۔ اور موضع ڈیریانوالہ کے دس نئے شخص سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے۔ الحمد للہ

اعلان دفتر مقبرہ بہشتی

مندرجہ ذیل احباب نے گیارہ بارہ سال ہوتے ہیں۔ کہ حصہ جائداد کی وصیت کی تھی۔ اور اب تک تکمیل وصیت کی خاطر چندہ شرط اول ادا نہیں کیا۔ نہ ہی خط کا جواب دیا ہے۔ لہذا مجبوراً ان کی وصایا داخل دفتر کی جاتی ہیں۔ اگر اس اعلان پر بھی توجہ نہ کی۔ تو سمجھا جائیگا کہ وہ اپنی وصایا کو منسوخ کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) منشی [illegible]ض علی ولد رسول بخش ساکن سراوہ ضلع میرٹھ

(۲) سلیمان ولد عمرا قوم ارائیں۔ ساکن لیانوالی تحصیل پھلور۔ ضلع جالندھر۔

سید محمد اسحٰق۔ افسر مقبرہ بہشتی۔ قادیان

اطلاع

مکرم ڈاکٹر محمد عمر صاحب ان اصحاب کے لئے جو ان سے کتاب "البیان الکامل فی تحقیق الدق والسل" منگوانا چاہتے ہیں۔ حسب ذیل اطلاع شائع کرتے ہیں:-

کٹک سے ایک خط آیا ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل نام لکھا ہے:-

a. 7. m. a. Kadin

اس کے بعد کسی کالج کا نام لکھا ہے۔ جو بالکل پڑھا نہیں جاتا۔ اور اس کے قبل اردو کے دو تین خط آئے۔ وہ بھی پڑھے نہ گئے۔ اس لئے التماس ہے کہ منی آرڈر پر حضرات اپنا نام اور پتہ صاف صاف لکھیں یعنی خوشخط۔ تاکہ آسانی ہو۔ ورنہ جواب سے جواب ہی رہے گا۔

محمد عمر۔ سول لائن لکھنؤ

ولادت

ڈاکٹر سید غلام حسین صاحب احمدی حصار کے ہاں ۱۵-۱۶ ستمبر کی درمیانی شب کو فرزند متولد ہوا۔ خدا تعالےٰ مبارک کرے۔

درخواست دعا

برادر شمس الدین صاحب احمدی بھاگلپوری کلکتہ سے درخواست دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کے کسی کام کی سبیل مہیا کرے۔ برادر علی حق صاحب منڈی بگت کی ہمشیرہ اور برادر محمد مدد علی احمدی رودہڑی کا لڑکا اور مولوی عبد اللہ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ بمبئی اور منشی محمد علی خان صاحب اشرف ہیڈ ماسٹر مدرسہ

تلونڈی جھنگلاں کا لڑکا بیمار ہے۔ ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔ نیز سوگمرہ (کٹک) میں آجکل ہیضہ زور سے پھوٹا ہوا ہے۔ احباب وہاں کے بھائیوں کی حفاظت کے لئے دعا فرما دیں۔

نماز جنازہ

میاں معراج الدین صاحب عمر احمدی لاہور کی لڑکی مبارکہ ۱۰ ستمبر کو اور بابو محمد جان صاحب احمدی سٹیشن ماسٹر کی والدہ ۱۸ اگست کو اور میاں غریب اللہ احمدی فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں۔

اعلان

میاں نظام الدین صاحب مہاجر جہلمی کی لڑکی فاطمہ بیگم کا نکاح ۱۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے بعوض ایک ہزار روپیہ مہر حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور کے چھوٹے صاحبزادے محمد یعقوب سے پڑھا تھا۔ اس کا رخصتانہ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۹ء کو ہوا۔

(۲) برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان کا نکاح مولوی سید محفوظ الحق صاحب علمی نے ۱۴ ستمبر کو منشی رحیم الدین صاحب ساکن سیوہارہ کی لڑکی صفیہ بیگم سے مبلغ چھ سو روپیہ مہر کے بالعوض پڑھا۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔

رسالہ اتالیق کے متعلق اطلاع

ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی ایڈیٹر رسالہ اتالیق قادیان ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔ اور سخت نحیف۔ احباب ان کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرما دیں۔ بوجہ علالت رسالہ شائع نہیں کر سکے خدا تعالےٰ صحت دے۔ تو جلد شائع کرینگے۔

نو مبایع

چودھری چراغ دین صاحب نمبردار گوکھووال ضلع لائلپور نے جن کے والد میاں وزیر الدین صاحب مرحوم و مغفور اپنے گاؤں اور کنبہ میں پہلے احمدی تھے۔ حضرت خلیفہ ثانی کے حضور حاضر ہو کر شکوک رفع کرنے کے بعد بیعت کر لی ہے۔ احباب دعا فرما دیں کہ خدا تعالیٰ ان کو استقامت دے۔

حالات ماریشس

مولوی عبید اللہ صاحب مبلغ ماریشس اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں۔ کہ آجکل بوجہ اخراجات کے جو مقدمہ روزہل میں ہو رہے ہیں سردست دوسرے تبلیغی کام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کئی ہزار روپیہ ایک سال میں مقدمہ پر خرچ ہو چکا ہے۔ اور پھر دونوں مبلغوں کے اخراجات الگ۔ یہ تو محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ جماعت ماریشس بڑی ہمت اور استقلال سے ان تمام اخراجات کو برداشت کر رہی ہے۔ ورنہ ہمارے مخالف تو باوجود بڑے بڑے سیٹھ ہونے کے اسقدر ہمت اور استقلال کا نمونہ نہیں دکھا سکے۔ خدا تعالےٰ نے چاہا۔ تو مقدمہ ختم ہونے کے بعد تبلیغ کا بہت وسیع میدان کھل جائے گا۔ اور ہر ایک قسم کی تحریری اور تقریری تبلیغ کر سکینگے۔ انشاء اللہ۔ یہاں کی جماعت خدا کے فضل سے ترقی کر رہی ہے۔

ایک "احمدیہ کوآپریٹو سوسائیٹی" کا افتتاح ہوا ہے۔ جو تجارتی کام کریگی۔ اور اس کی غرض صرف یہ ہے کہ سلسلہ کی مالی حالت کو ترقی دیجائے۔ چنانچہ اس کے شرائط میں سے ایک یہ ہے۔ کہ منافع کا ۱/۲ سلسلہ تبلیغ احمدیت میں انجمن احمدیہ ماریشس کو دیا جاوے۔ انشاء اللہ العزیز اس ماہ میں اس کی عملی کارروائی شروع ہو جائیگی۔ امید ہے کہ اس سے تبلیغ میں بہت سی مدد دیگی۔

تشحیذ کی ایک غلطی کی اصلاح

رسالہ تشحیذ ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون "کلجگ کے کلگی پوران کی آمد کا مژدہ" کے عنوان سے چھپا ہے۔ دراصل "پوران" کی جگہ "اوتار" چاہیئے۔ احباب درست کر لیں۔

ایڈیٹر تشحیذ

اخبار بدر والحکم کے فائلوں کی ضرورت

دفتر اخبار الفضل کے لئے اخبار بدر والحکم کے شروع سے لیکر ۱۹۰۸ء تک کے مکمل فائلوں کی ضرورت ہے۔ جو صاحب نقد قیمت لیکر یا انکے بدلے اخبار الفضل اپنے نام جاری کرا کر مرحمت فرمانا چاہیں۔ وہ بہت جلد مجھے اطلاع دیں۔

خاکسار ایڈیٹر الفضل قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۳۰ - ستمبر ۱۹۱۹ء

یہ بے غیرتی ہے یا بے حمیتی

غیر مبائعین کا "قابل قدر بزرگ"

بے حمیتی اور بے غیرتی ان صفات ردیہ اور خصائل رذیلہ میں سے ہیں۔ کہ جن لوگوں میں پائی جائیں۔ وہ بدترین مخلوق کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں۔ اسوقت تک ایک بار نہیں۔ بلکہ متعدد بار وہ لوگ جنہوں نے سلسلہ احمدیہ سے الگ ہوکر لاہور میں اپنا اڈا جمایا ہوا ہے۔ اپنے قول اور فعل سے اسبات کا ثبوت بہم پہنچا چکے ہیں کہ ان میں مذہبی غیرت اور دینی حمیت کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔ اور سچ پوچھو۔ تو ان کے سلسلہ احمدیہ سے علیحدہ ہونے کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب یہی ہے۔ کیونکہ وہ نہایت بے غیرتی سے کام لے کر ان لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات قائم کرنے ضروری سمجھتے تھے۔ جو سلسلہ احمدیہ کے مخالف اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا برگزیدہ اور راستباز انسان نہیں سمجھتے۔ چونکہ جماعت احمدیہ میں رہ کر وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے علیحدہ ہو گئے اور اب جو جی میں آتا ہے کر رہے ہیں۔ اس لحاظ سے ان لوگوں کی بے غیرتی اور بے حمیتی کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن یہ دکھانے کے لئے کہ اسوقت تک انہوں نے اس میں کس قدر ترقی کر لی ہے۔ ذیل میں ہم ایک تازہ واقعہ پیش کرتے ہیں :-

کون ایسا شخص ہے۔ خواہ احمدی ہو یا غیر مبائع جو اسبات سے ناواقف ہے۔ کہ خواجہ حسن نظامی دہلوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات اور سلسلہ احمدیہ کے خلاف نہایت بدتہذیبی اور دریدہ دہنی سے لکھنے والے لوگوں میں ایک ہے۔ ابھی کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ اسی حسن نظامی نے رسالہ نظام المشائخ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اسقدر بدتہذیبی کے ساتھ ایک مضمون لکھا تھا کہ خود پیغام صلح کو بھی یہ لکھنا پڑا کہ :-

"خواجہ صاحب نے نظام المشائخ کے محرم نمبر میں اپنے اخلاق کا جو نمونہ دکھایا۔ اور جن ناپاک الفاظ میں حضرت مسیح موعود پر دریدہ دہنی شروع کی۔ وہ اس قابل نہیں۔ کہ کوئی مہذب انسان اسے پڑھے اور خواجہ صاحب کی بازاری زبان کا قائل نہ ہو"

(پیغام صلح - ۱۲ - دسمبر ۱۹۱۷ء)

پھر یہی وہ خواجہ حسن نظامی ہے۔ جس نے ۱۴ ستمبر ۱۹۱۷ء کے اخبار ستارہ صبح میں حضرت مسیح موعود کے خلاف جو مضمون لکھا اس کے متعلق پیام نے اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ :-

"اسمیں خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کے مختلف کارناموں اور آپ کی مختلف حیثیات اور دعاوی پر خردہ گیری کرتے ہوئے اپنی اس تنگدلی اور تعصب وعناد کا پتہ دیا ہے۔ جو ایک صادق و راستباز انسان سے دنیاداروں اور بڑے بڑے دیندار کہلانے والوں کو بھی لاحق ہوا کرتی ہے"

(پیام ۱۷ - اکتوبر ۱۹۱۷ء)

اور اس مضمون کو پیام صلح نے اسقدر نقصان رساں اور غلط فہمی پھیلانے والا سمجھا کہ اس کے خلاف ایک دو نہیں بلکہ آٹھ مضمون شائع کئے۔ اور پھر اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ خواجہ حسن نظامی کے مقابلہ میں "قلمی جہاد کا اعلان" بھی کر دیا۔ چنانچہ بڑے فخر کے ساتھ اس نے لکھا کہ :-

"ہم نے دلائل بینہ سے ہی خواجہ صاحب کے بعض مضامین کا جواب دیا۔ اور آخر میں ان سے قلمی جہاد کا بھی اعلان کیا"

(پیغام ۲ - جنوری ۱۹۱۸ء)

پیغام کے ان حوالوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آج سے کچھ ہی عرصہ قبل خود غیر مبائعین خواجہ حسن نظامی کو کسقدر حضرت مسیح موعود کے متعلق بدتہذیبی اور دریدہ دہنی سے کام لینے اور سلسلہ احمدیہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنیوالا انسان سمجھتے تھے۔ اور اس کے مضامین کا جواب شائع کرنے کی کتنی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ لیکن ۱۱ ستمبر ۱۹۱۹ء کے پیغام صلح سے یہ معلوم ہو کر ہماری حیرانی اور تعجب کی کوئی حد نہ رہی۔ کہ یہی خواجہ حسن نظامی نہ صرف غیر مبائعین کے "معزز دوست" ہیں۔ بلکہ انکے "قابل قدر بزرگ" بھی ہیں۔

پیام صلح کو خواجہ حسن نظامی کی دوستی اور بزرگی کے اظہار کا موقع اس تقریب پر ملا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے ایک رسالہ بنام "استانی" شائع کرنے کا اعلان پیغام میں بھیجا جس کو درج کرتے ہوئے پیغام صلح نے اپنے ایڈیٹوریل کالموں میں خواجہ صاحب کی شخصیت کو نمایاں کرنے اور ان کے رسالہ کی اہمیت جتلانے کے لئے لکھا ہے کہ :-

"اخباری دنیا میں بہت ہی کم لوگ ہوں گے۔ جو ہمارے معزز دوست خواجہ حسن نظامی کے نام نامی سے واقف نہ ہونگے۔ جب ایسے قابل قدر بزرگ کی اہلیہ کو اس رسالہ کی ایڈیٹری کا فخر حاصل ہے۔ اور جن کی پشت وپناہ خود خواجہ صاحب ہونگے۔ تو کیوں یہ رسالہ کامیابی کا سہرہ نہ پہنے گا"

کیا اس سے بڑھ کر بے غیرتی اور بے حمیتی کی کوئی اور مثال مل سکتی ہے۔ کہ وہی پیغام جو آج سے ایک آدھ سال قبل خواجہ حسن نظامی کے متعلق یہ شکایت کرتا تھا۔ کہ اس نے حضرت مسیح موعود کے خلاف ناپاک الفاظ میں دریدہ دہنی سے کام لیا ہے۔ اور اس تنگدلی تعصب اور عناد کا ثبوت دیا ہے۔ جو ایک صادق اور راستباز انسان سے دنیاداروں کو ہوا کرتا ہے۔ اب اسی پیغام صلح کے ایڈیٹوریل کالموں میں بڑے فخر سے خواجہ حسن نظامی کو اپنا "معزز دوست" اور "قابل قدر بزرگ" لکھا جاتا ہے۔ کیا پیغام کا ہمہ دان ایڈیٹر بتلائے گا۔ کہ خواجہ حسن نظامی کی دوستی کا اعزاز اُسے اور اس کے دوسرے

سائیقیوں کو کب سے اور کس طرح حاصل ہوا ہے۔ اور خواجہ صاحب کے تقدس اور بزرگی کا اسے کیونکر پتہ لگا ہے۔ کیا اس کا ذریعہ وہی مضامین ہیں۔ جو آج تک خواجہ حسن نظامی کی طرف سے حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کے خلاف مختلف اخباروں اور رسالوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور جن سے پیغام کا ایڈیٹر بھی ناواقف نہیں ہے۔ اگر نہیں تو بتلایا جائے۔ کہ کب اور کہاں خواجہ حسن نظامی نے اپنے ان مضامین کے متعلق ندامت اور افسوس کا اظہار کیا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کے خلاف بالفاظ پیغام صلح "دریدہ دہنی" اور حد درجہ کے "تعصب اور عناد" سے کام لے کر لکھے۔ اور اب حضرت مسیح موعود کو "صادق اور راستباز انسان" سمجھنے لگ گیا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو ایڈیٹر پیغام کا اس کو اپنا "معزز دوست اور قابل قدر بزرگ" کہنا حد درجہ کی بے غیرتی اور بے حمیتی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ آہ! یہ ہے ان لوگوں کی حالت جو حضرت مسیح موعود کے سچے متبع اور فدائی ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور ہمیں گمراہ اور ضال قرار دیتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کے دلوں میں حضرت مسیح موعود کی کچھ بھی وقعت ہوتی۔ اور آپ سے کچھ بھی محبت رکھتے۔ تو کیا یہ ممکن تھا۔ کہ خواجہ حسن نظامی ایسے شخص کو جس کی دریدہ دہنی اور عناد کی کچھ ہی عرصہ پہلے وہ خود شکایت کر رہے تھے۔ اسی کو اپنا معزز دوست اور قابل قدر بزرگ کہتے۔ ہرگز نہیں۔ کیا ایڈیٹر پیغام ایک ایسے شخص کو جو اس کے باپ یا ماں یا بیوی یا بہن کے متعلق دریدہ دہنی سے کام لے۔ اور ان میں سے کسی کے متعلق "بازاری زبان" استعمال کرے اپنا معزز دوست اور قابل قدر بزرگ کہے گا۔ اگر نہیں تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی شان میں جو شخص دریدہ دہنی سے کام لیتا اور بازاری زبان استعمال کرتا ہے۔ اس کو وہ "اپنا معزز دوست" اور "قابل قدر بزرگ" کہتا ہے۔ یہی کہ حضرت مسیح موعود کے متعلق اس کے دل میں اتنی بھی غیرت اور حمیت نہیں ہے۔ جتنی اپنے کسی رشتہ دار کی نسبت ہے۔ اور یہ ثبوت ہے۔ اس بات کا کہ ان لوگوں کے دلوں میں حضرت مسیح موعود کی کچھ بھی عزت اور قدر نہیں ہے۔ اور یہ مذہبی غیرت اور حمیت سے بالکل عاری ہو چکے ہیں۔

کاش! یہ لوگ عقل و فکر سے کام لیں۔ اور سوچیں۔ کہ ان کی حالت میں دن بدن کیسا خطرناک تغیر واقعہ ہو رہا ہے۔ اور وہ حضرت مسیح موعود سے کس قدر دور اور نفور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

پیغام کے ایڈیٹر نے خواجہ حسن نظامی کو اپنا معزز دوست اور قابل قدر بزرگ قرار دے کر عین بے غیرتی اور بے حمیتی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کے خلاف اگر غیر مبائعین کے حلقہ میں سے نفرت اور حقارت کا اظہار کیا گیا۔ تو ہم سمجھیں گے۔ کہ وہ سب ایڈیٹر پیغام کی قماش اور فطرت کے انسان نہیں ہیں۔ لیکن اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو ہم سب کے متعلق وہی رائے قائم کرنے پر مجبور ہونگے۔ جو ایڈیٹر پیغام کے متعلق ظاہر کی گئی ہے۔ کہ اس میں حضرت مسیح موعود کے متعلق غیرت اور حمیت کا ایک ذرہ بھی نہیں پایا جاتا۔ ورنہ حسن نظامی کو وہ اپنا معزز دوست اور قابل قدر بزرگ نہ کہتا۔

عورتوں کی سیاست سے آگاہی

خواجہ حسن نظامی کا وہ اعلان جسے شائع کرتے ہوئے ایڈیٹر پیغام نے ان کو اپنا معزز دوست اور قابل قدر بزرگ لکھا ہے۔ ایک زنانہ رسالہ کی اشاعت کے متعلق ہے جس کی "سب سے بڑی بات" یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ عورتوں کو سیاست سے آگاہ کیا جائے گا چنانچہ اس اعلان میں خواجہ حسن نظامی صاحب لکھتے ہیں:-

"میری اور خواجہ بانو کی یہ خواہش ہے۔ کہ تمام ہندوستان کے اردو زنانہ پرچوں سے رسالہ اُستانی کو بڑھا چڑھا اور زیادہ مفید بنانے کی کوشش کیجائے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ عورتوں کو سیاست سے آگاہی ہو۔ چنانچہ رسالہ اُستانی مستقل طور سے ایسے آسان مختصر دلچسپ مضامین شائع کرنے چاہتا ہے۔ جن کو پڑھ کر عورتیں خود بخود اپنے ملک کی سیاست سے رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ واقف ہوتی چلی جائیں۔"

ایڈیٹر پیغام نے اس اعلان کے متعلق جس کی "سب سے بڑی بات" ہم نے اوپر درج کی ہے۔ ... اپنی حسب ذیل رائے ظاہر کی ہے کہ:-

"جو مقاصد اس میں مندرج ہیں (جنمیں سے ایک مقصد عورتوں کو سیاست سے آگاہ کرنا بھی ہے) وہ سب اعلیٰ اور اہم ہیں"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایڈیٹر پیغام کے نزدیک عورتوں کو سیاست سے آگاہ کرنا بھی اعلیٰ اور اہم مقصد ہے۔ اور وہ اپنے حلقہ کی عورتوں کے لئے ایک ایسے رسالہ کی سخت ضرورت سمجھتا ہے۔ جو انہیں سیاست سے آگاہ کرے۔ لیکن کیا یہ تعجب اور حیرت کی بات نہیں ہے کہ عین اس وقت جبکہ مولوی محمد علی صاحب اپنے ساتھیوں کو سیاست اور ملکی معاملات سے بالکل علیحدہ رہنے کی نصیحت کر رہے ہیں۔ اور اس کے لئے انہوں نے ایک خاص اعلان شائع کر کے اپنے ہم خیال لوگوں سے درخواست کی ہے کہ وہ:-

"معاملات ملکی سے بالخصوص اپنے آپ کو علیحدہ رکھیں"

اُسی وقت ایڈیٹر پیغام ایک ایسے رسالہ کے مقاصد کے ساتھ اپنا اتفاق ظاہر کرتے ہوئے انہیں اعلیٰ اور اہم قرار دیتا ہے۔ جس کی سب سے بڑی خصوصیت عورتوں کو سیاسی معاملات میں ڈالنا ہے۔ کیا اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ بقول پیغام مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۱۷ء غیر مبائعین خود تو سیاسی اور ملکی معاملات میں اس قدر ماہر ہو گئے ہیں۔ کہ اپنے آپ کو ہوم رول حاصل کرنے کے قابل سمجھتے ہیں لیکن ان کی مستورات میں ابھی اتنی قابلیت پیدا نہیں ہوئی جو خواجہ حسن نظامی کے رسالہ اُستانی کے ذریعہ پیدا ہوگی۔ کیونکہ اس کے اجراء کا سب سے بڑا مقصد اور مدعا یہی عورتوں کو سیاست سے واقف اور آگاہ کرنا ہے۔

اگر یہی وجہ ہے۔ تو مولوی محمد علی صاحب کو ابھی سے اس کا فکر کرنا چاہیئے۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ جس طرح غیر مبائع مرد ایک عرصہ تک سیاسی اور ملکی معاملات میں منہمک رہنے کی وجہ سے اب ان کی سیاست سے علیحدہ رہنے کی نصیحت پر کان دھرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اسی طرح غیر مبائع عورتیں بھی نہ کریں۔ جن کو ایڈیٹر پیغام خواجہ حسن نظامی کے اس رسالہ کا والا شیدا بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جس کا سب سے بڑا مقصد عورتوں کو سیاسی معاملات میں ڈالنا ہے ؂

لاہور میں پاک ممبر

پیغام صلح اپنی اشاعت مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۱۹ء میں بعنوان بالا غیر مبایعین لاہور کی تقدیس و تطہیر ظاہر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ:۔

"حضرت مسیح موعود کا حضرت امیر ایدہ اللہ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ذات کے متعلق کیا خیال تھا۔ حضرت صاحب تریاق القلوب کے صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں:۔

"اس نشان کے کچھ ایک دو گواہ نہیں بلکہ ایک گروہ کثیر میری جماعت کے لوگوں کا گواہ ہے جنمیں خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پلیڈر۔ اور اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب اور اخویم مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی ہیں۔ اب دیکھتے جاؤ۔ اور غور کرتے جاؤ۔ کہ کیا یہ انسان کے کام ہیں۔ اور کیا کسی سچے اہل فراست کے دل میں گذر سکتا ہے کہ جو لوگ صدہا کوس سے ہدایت پانے کے لئے میرے پاس آتے ہیں۔ اور سچائی کی تلاش میں صدہا روپیہ میری رضامندی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور میرے لئے اپنے عزیزوں اور خویشوں اور دوستوں کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ وہ اس گندی اور پلید کارروائی کو مجھ سے دیکھ کر کہ میں جھوٹے گواہ ان کو قرار دوں اور جھوٹ بولنے کے لئے ان کو مجبور کروں پھر بھی یہ تمام گند دیکھ کر صدق دل سے میرے ساتھ رہ سکیں۔ اور اپنے مالوں کو میری راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور اپنی جانوں کو میرے لئے مصیبت میں ڈالیں۔ اور اپنی عزت کو خاک میں ملا دیں۔"

اس اقتباس کو درج کرنے کے بعد پیغام صلح نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحبان کے متعلق تو حضرت اقدس کا یہ خیال۔

"لیکن اس کے برخلاف میاں صاحب کا یہ خیال ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود پر روپیہ کے بارہ میں اعتراض کیا کرتے تھے۔"

حیرت ہے۔ کہ پیغام کے ایڈیٹر صاحب کی کوئی تحریر بوالعجبی سے خالی نہیں ہوتی۔ اور ہمیں رہ رہ کر انکی حالت پر افسوس آتا ہے۔ کہ انہیں کیا ہو گیا۔ ہم کہتے ہیں۔ تریاق کے اس حوالہ سے زیادہ واضح الفاظ خواجہ و مولوی محمد علی کے متعلق مل سکتے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ لوگ اب بھی ویسے ہی ہیں جیسے کہ اس وقت تھے۔ جبکہ ان کی تعریف کی گئی تھی۔ اگر انہوں نے اپنے حالات کو بدل لیا ہے۔ تو پھر وہ ان تعریفوں کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں۔ کیا عباس علی لدھیانوی اور عبد الحکیم پٹیالوی کے متعلق تعریفی الفاظ نہیں لکھے گئے تھے۔ اگر لکھے گئے تھے۔ تو جو خیال اب ان کے متعلق غیر مبایعین کا ہے۔ وہی خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے متعلق ہمارا سمجھ لیں۔ اور مزید اطمینان کے لئے مولوی محمد احسن صاحب کا فیصلہ پڑھ لیں۔ جن کی تحریر کو مولوی محمد علی صاحب ایک مامور من اللہ کی شہادت سے وقیع قرار دے چکے ہیں۔ مولوی محمد احسن صاحب کا مفصل فیصلہ تو ہم ۱۲ اگست ۱۹۱۹ء کے اخبار میں شائع کر چکے ہیں۔ ذیل میں اس کے چند اقتباس پیش کرتے ہیں۔

قبل ازیں پیغام نے جب مولوی محمد علی وغیرہ کی فضیلت کا سوال اٹھایا۔ تو مولوی محمد احسن صاحب نے لکھا کہ:۔

"افسوس کہ پیغام والوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں۔ کہ کسی شخص کی مدح و ذم خواہ الہامات میں ہی وارد ہو۔ اس کے حالات موجودہ ہی کے اعتبار پر ہوتی ہے۔"

اسکے بعد مولوی محمد علی صاحب کی پہلی اور موجودہ حالت کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"جب خلیفۃ المسیح اول کی وفات کا زمانہ قریب آگیا۔ تو وہ ایک دم ان تمام فضائل سے ایسے علیحدہ ہو گئے جیسا کہ سانپ کینچلی سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر کوئی تعلق باہم نہیں رہتا چنانچہ آیت استخلاف کو جس کو حضرت اقدس نے متعدد رسالوں میں تحریر فرمایا ہے۔ بالکل نسیاً منسیاً کر دیا۔ قل اللہ ثم ذرھم کی وہ تحریف کی جس سے نیچریوں اور دہریوں کے بھی کان کاٹے۔ حضرت اقدس کے تمام الہامات کو خصوصاً ان الہامات کو جن میں پسر موعود کی پیشگوئیاں اور فضائل مندرج تھے۔ رد کر دیا اور ایسی تکذیب کی۔ جو معاندین مسیح موعودؑ نے بھی ویسی نہیں کی تھی ؎

جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے
وہ سب ایکدم میں بھلا دیا"

مولوی محمد احسن صاحب کی اس صاف اور واضح شہادت کے ہوتے ہوئے معلوم نہیں ایڈیٹر پیغام کس منہ سے مولوی محمد علی وغیرہ کو "لاہور میں پاک ممبر" کے الہام کا مصداق کہتا ہے۔ اس الہام کے مصداق وہی ہو سکتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی اصل تعلیم پر قائم ہیں۔ نہ کہ وہ جو ایڑیوں کے بل پھر گئے ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے قول اور عمل سے صاف طور پر اس بات کا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے کہ ان کا حضرت مسیح موعود اور آپ کے قائم کردہ سلسلہ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے کاش یہ لوگ اپنے گذشتہ حالات پر فخر کرنے کی بجائے موجودہ حالت پر غور کریں۔ اور عبث نہ اکڑیں ؂

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ جمعہ

حسد کے مرض سے بچو۔

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۹۔ اگست سنہ ۱۹۱۹ء

حضور نے سورہ فاتحہ اور سورہ الفلق کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

تمام مخلوق کے شر در سے بچنے کی دعا

سورہ فلق میں ان تمام اشیاء سے اللہ تعالیٰ نے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی ہے۔ جو انسان کے لئے ضرر رسان ہوتی ہیں۔ فلق کے معنے ہوتے ہیں۔ مخلوق کے۔ معنیوں تو قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق میں تمام ہی مخلوق کی بدیوں سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔ مگر باوجود اس کے جس جس رنگ میں کوئی دکھ پہنچ سکتا ہے۔ اس سے بھی بچنے کی اللہ تعالیٰ نے دعا سکھائی ہے۔ پھر سب دکھ دینے والی چیزوں سے دو کو علیحدہ کر لیا ہے۔ اور وہ دو چیزیں شر النفثٰت اور شر حاسد اذا حسد ہیں۔ بیشک شر غاسق اذا وقب کو بھی علیحدہ کیا ہے۔ اور اس میں بھی بہت وسیع مضمون ہے۔ اور وہ ہر قسم کی تکلیف پر مشتمل ہے لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام سے یہ دونوں باتیں خاص تعلق اور وابستگی رکھتی ہیں۔ اسی لئے ان دونوں کو علیحدہ کر کے دعا میں شامل کیا ہے ✤

حسد سے بچنے کی نصیحت۔

آج میں ان دونوں امروں میں سے ایک کے متعلق اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ حسد گو ایک عربی کا لفظ ہے۔ مگر ہماری زبان میں بھی کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ہندوستان کا بچہ بچہ جو اردو یا پنجابی زبان رکھتا ہے۔ حسد کو خوب جانتا ہے۔ اور ایسا شخص جس پر حسد کرنے کا شبہ بھی ہو۔ اس کی مذمت کی جاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ یہ لفظ ہماری زبان میں مستعمل ہے۔ اور لوگ اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور باوجود اس بیماری کی شرارت کو جاننے کے اور باوجود اس کے کہ اس سے نفرت کرتے ہیں پھر بھی عمداً اس میں لوگ مبتلا ہوئے ہیں۔ اور باوجود حسد کو اس لحاظ سے جاننے کے کہ حسد کی موٹی تعریف ان کو معلوم ہوتی ہے۔ اور باوجود اس علم کے کہ حسد بری چیز ہے۔ اور نفرت کے طور پر جس کو گالی دینی ہو اسے حاسد کہتے ہیں۔ پھر بھی اپنے آپ کو اس سے نہیں بچاتے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حسد کی جو حقیقی تعریف ہے۔ اس سے لوگ نا واقف ہیں۔

حسد کے معنے لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ایک ایسا شخص جس کے پاس مال ہو۔ اس کی نسبت دوسرے کی خواہش ہو۔ کہ اس سے مال چھن جائے۔ اور اسے مل جائے۔ بے شک یہ حسد ہے۔ لیکن یہی حسد نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح شیطان نے اور بدیوں کو مختلف رنگ دئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح حسد کو بھی کئی رنگوں میں پیش کرتا ہے ۔

شیطان کا طریق شیطنت آموزی

شیطان کی عادت ہے۔ (اس جگہ شیطان سے میری مراد ابلیس نہیں۔ بلکہ شیطانی ارادوں والے آدمی اور وسواس ڈالنے والے لوگ ہیں) کہ وہ بدی کو نیکی کے رنگ میں دکھایا کرتا ہے۔ اس ذریعہ سے وہ بہت بڑے بڑے فساد ڈالتا ہے۔ بہت لوگ ہیں۔ کہ اگر کوئی ان کو بدی کے ذریعہ بدی پر لگائے۔ تو نہیں لگینگے۔ لیکن اگر نیکی کی صورت میں بدی پیش کی جائے۔ تو وہ اس پر کاربند ہو جائینگے۔ مثلاً ایک شخص کو کہا جائے کہ تم فلاں شخص کو قتل کر دو۔ تو وہ اس خیال سے نفرت کریگا۔ اور اس خیال سے گھبرائے گا۔ لیکن نیکی کی صورت میں جب یہ بات پیش کی جائے۔ کہ بڑا ثواب ہوگا۔ یا اور کوئی مفید نتیجہ نکلیگا۔ تو لوگ قتل سے نہیں گھبراتے۔ آج کل جو ٹھگوں کا بدنام گروہ ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ ابتدا میں یہ ایک مذہبی گروہ تھا جو اس لئے لوگوں کو قتل کر دیا کرتا تھا۔ کہ لوگ دنیا کے رنج و آلام سے چھوٹ جائیں۔ اور یہ لوگ سمجھتے تھے کہ اس طرح ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ احسان کرتے ہیں۔ تو یہ بغیر کسی لالچ اور خواہش اور بغض و حقد کے قتل کے مرتکب ہوتے تھے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ مسافر راستہ میں چلا جاتا ہو۔ اس کے گلے میں پھانسی ڈالکر مار دیتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ یہ مصیبت میں تھا۔ ہم نے اس کو بچا لیا۔ وہ اس کو ایک ثواب کا کام خیال کرتے تھے۔ اب یہ گروہ ایک لٹیروں کا گروہ ہو گیا ہے۔ ورنہ یہ ایک مذہبی جماعت تھی۔ جس کے سامنے لوگوں کو قتل کرنا برائی کے رنگ میں پیش نہ ہوا۔ بلکہ اس صورت میں پیش ہوا۔ کہ لوگ دنیا میں رہ کر دکھ اٹھاتے تھے۔ اس لئے ان کو دکھوں سے نجات دینے کے لئے ان کو قتل کر دینا چاہیئے۔ اور یہ ان پر احسان ہوگا ظلم نہ ہوگی۔ یہ دھوکہ تھا۔ جو شیطان نے ان کو نیکی کے رنگ میں دیا ✤

خیرات سے کس طرح روکا

پس شیطان کبھی بدی کی تعلیم کو نیک پیرائے میں پیش کرتا ہے۔ اور بدی کو نیکی کا لباس پہنا کر لوگوں کی ہمدردی حاصل کرتا ہے۔ مثلاً کہیں صدقہ کا سوال ہوتا ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں اگر لوگوں کو بخل کی تعلیم دیجائے۔ تو وہ اس پر کان نہیں دھر سکتے۔ مگر یوں رنگ دے کر اسی خیال کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے۔ کہ اگر اس طرح صدقہ و خیرات کی جائے تو ملک کا ایک بڑا حصہ نکما ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب ان کو خیرات ملنے لگتی ہے۔ تو وہ محنت چھوڑ دیتے ہیں اس لئے جو لوگ خیرات کرتے ہیں۔ وہ نیک کام کرنے کی بجائے ملک سے دشمنی کرتے ہیں۔ اب اگر کھلے لفظوں میں بخل کی تعلیم دیجاتی۔ تو ایک آدھ شخص بھی مشکل سے اس خیال کو تسلیم کرتا۔ مگر اس رنگ میں سینکڑوں اس بخل کی تعلیم کو تسلیم کر کے اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔ یا اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ عبادت میں کیا رکھا ہے

اور ہماری تسبیح و تحمید سے خدا کا کیا بنتا ہے۔ تو بہت کم لوگ اس کے قابو میں آئیں گے۔ لیکن اگر یوں کہا جائے کہ اصل تعبادت غریب لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ جتنے عرصہ میں کوئی تسبیح پڑھتا ہے۔ اتنے عرصہ میں ایک غریب کو مدد دینے میں بہت فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ تو نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ لوگ اس خیال کو تسلیم کر لینگے۔ اسی لئے تمام برائیاں نیکی کی شکل میں پیش کی جاتی ہیں۔ اور دانا ان پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح لوگ تمام عبادتیں تسبیح و تحمید حتے کہ نماز تک کو ترک کر دیتے ہیں ⁂

ہمارے ملک کے دنیاوی مصلح کی مذہبی حالت

ہمارے ملک کا بڑا دنیاوی مصلح جس نے مسلمانوں کی دی حالت بالکل بدل ڈالی۔ اور جس کی ذاتی محنت اور کوشش اور ہمت لعد قربانی سے کئی نکمے کام کے اور سست چست ہو گئے۔ اور اس وقت جبکہ انگریزی زبان پڑھنے کو جہالت اور نادانی سے لوگ کفر سمجھتے تھے۔ جس نے اس غلط خیال کو لوگوں کے دلوں سے نکالا۔ وہ سید احمد خان ہے دنیاوی لحاظ سے اس میں شک نہیں کہ اسنے بڑا کام کیا۔ وہ قومی محبت دل میں رکھتا تھا۔ ہاں مذہب کی محبت اس کے دل میں نہ تھی۔ جس کو وہ قوم سمجھتا تھا۔ اس کے لئے اس نے نماز ترک کر دی۔ اور کہدیا تھا۔ کہ وہ وقت جو میں نماز میں لگاؤں گا۔ کیوں نہ قوم کی خدمت اور بھلائی میں صرف کروں۔ جس سے قوم کا کام بنے۔ پس شیطان نے اس کو بھی دھوکہ دیا۔ اور اس کے دل میں ڈال دیا کہ تیری یہ کارروائیاں ہی نماز کی قائم مقام ہیں ⁂

موجودہ مساوات کا خیال شیطانی ہے

شیطان بڑی ترکیب سے کام کرتا ہے۔ اس کے بہت سے مدارج ہیں۔ جنمیں سے ایک مساوات کا خیال ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس خیال کی جڑ اصل ہے۔ اس کا پیدا کرنے والا اسلام ہے کیونکہ اسلام کی تعلیم ہے کہ تمام بنی نوع آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انسان ہونے کے لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ جب تک یہ خیال نہ ہو۔ ترقی نہیں ہو سکتی۔ مگر جن کو خدا نے بڑائی دی ہو۔ ان کی تذلیل کے لئے کہدینا کہ اسلام نے مساوات رکھی ہے۔ ان کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں ایک غلط خیال ہے۔ اور بہت لوگوں کو اس خیال نے تباہ کیا۔ حضرت مسیح موعود کے وقت میں بعض وہ لوگ جنھوں نے اس زمانہ کے صوفیوں کی حالت کو دیکھا تھا کہ وہاں غریب و امیر کو ایک ہی قسم کا کھانا کھلایا جاتا ہے۔ انہوں نے جب یہاں یہ بات ملاحظہ کی۔ کہ ذی وسعت لوگوں کو ان کی حالت کے مناسب اور غرباء کو ان کے درجہ کے مطابق کھانا دیا جاتا ہے تو کہنے لگے۔ کہ خدا کے سلسلہ میں ایسا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ یہاں تو سب کو ایک ہی درجہ میں ہونا چاہیئے یہ بات حضرت اقدس کے سامنے بھی پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ ہم تو خدا کے فعل کے متبع ہیں۔ دیکھو خدا نے کسی کو امیر بنایا ہے اور کسی کو غریب۔ کسی کے گھر میں تما قسم کے کھانے ہوتے ہیں۔ اور کسی کے ہاں مشکل سے دال روٹی۔ اب جبکہ خدا نے یہ تقسیم کی ہے۔ تو ہم کیسے اس تقسیم کے خلاف سب سے ایک ہی قسم کا معاملہ کریں۔ جس کو گھر میں عمدہ کھانا ملتا ہے اس کو عمدہ نہ دینا اس پر ظلم کرنا ہے۔ کیونکہ وہ معمولی کھانے کا عادی نہیں ہوتا۔ تو یہ مساوات کا غلط مطلب ہے۔ جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ خدا نے اسلام میں جو مساوات رکھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ بادشاہ نماز پڑھے یا غریب۔ سب کو ایک سا اجر ملیگا۔ خدا کے ہاں یہ نہیں۔ کہ اگر ایک امیر نماز یا روزہ کا عمل بجا لائے۔ تو اس کو اس سے زیادہ اجر ملیگا۔ جو ایک غریب و فقیر کو ان اعمال کا اجر ملیگا۔ باقی رہی دولت و ثروت۔ یہ نتیجہ ہے۔ اس کی یا اس کے آباء کی محنت کا۔ اس میں مساوات کیسے ہو سکتی ہے ⁂

رسول کریمؐ کے وقت کے غربا اور اُمرا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غرباء آئے۔ اور کہا حضور ہمارے بھائی امیر نیکیوں میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ نماز ہم پڑھتے ہیں۔ وہ بھی پڑھتے ہیں۔ روزہ ہم رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں۔ ہم جہاد کے لئے جاتے ہیں۔ وہ بھی جاتے ہیں۔ وہ صدقہ و خیرات کرتے ہیں ہم اس سے محروم ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ اگر تم وہ کرو گے۔ تو امراء سے تم نیکیوں میں بڑھ جاؤ گے اور وہ بات یہ ہے۔ کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ تحمید۔ ۳۳ دفعہ تقدیس اور ۳۴ دفعہ تکبیر کہا کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہیں ان سے بڑھا دے گا۔ چند دن کے بعد غرباء پھر آئے۔ کہ حضور۔ امیر تو یہ کام بھی کرنے لگ گئے۔ ہم کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا جس کو فضیلت دیتا ہے میں کس طرح اس کو روک سکتا ہوں۔ وہ دولتمند مسلمان ایسے مسلمان نہ تھے۔ کہ فرائض کو بھی ترک کر دیں۔ وہ تو نوافل میں اسقدر جد و جہد کرتے تھے۔ کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ پھر ان کی دولت صرف برائے نام نہ تھی۔ بلکہ کافی دولت رکھتے تھے۔ ایک صحابی جن کے متعلق صحابہ کا خیال تھا غریب ہیں۔ جب فوت ہوئے۔ تو ان کے پاس ڈھائی کروڑ روپیہ کی جائداد ثابت ہوئی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں صحابہ کو تجارت کا بھی خاص ملکہ تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس فن میں کامل تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ دس ہزار اونٹ خریدے۔ اور اصل قیمت پر ہی فروخت کر دئے۔ ایک دوست نے کہا کہ اس میں آپ کو کیا نفع ہوا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اسی وقت کھڑے کھڑے ڈھائی ہزار روپیہ کا نفع ان اونٹوں کی خرید و فروخت میں حاصل ہوا ہے اور وہ اس طرح کہ میں نے جب اونٹ خریدے تھے تو نکیل سمیت خریدے تھے۔ اور فروخت بغیر نکیل کے کئے ہیں۔ اس سودے میں دس ہزار نکیل مجھے نفع میں ملی۔ اور اگر میں اسوقت فروخت نہ کرتا۔ تو خدا جانے کب گاہک پیدا ہوتا۔ اور اتنے عرصہ میں کتنا کھا جاتے لیکن اس وقت بغیر کسی خرچ کے ڈھائی ہزار کا نفع ہوا چونکہ ان کو تجارت کا فن خوب آتا تھا۔ اور اپنے کام میں بہت چست تھے اسلئے وہ مال میں بڑھ گئے۔ اب کس طرح ان کو کسی ایسے شخص کے برابر سمجھا جا سکتا تھا۔ جو ان کی

طرح ہوشیار تھا۔ اور نہ اس غرض سے حبشی کے ساتھ کام لے سکتا تھا۔ یہ مساوات نہیں۔ کہ دولتمندی کے لحاظ سے سب کو مساوی سمجھا جائے۔ یہ تو ایک دھوکہ ہے۔ اور غلطی ہے۔ مساوات وہ ہے۔ جو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت امراء نے دکھائی۔ اب لوگ جس چیز کو مساوات خیال کرتے ہیں یہ حسد ہوتا ہے۔ حدیث و احادیث میں آتا ہے۔ کہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے۔ اور کوئی بات کہنی چاہتے۔ آپ نے فرما دیا۔ تمہارا امیر پیش ہو۔ بس ان لوگوں کی مزعوم مساوات کہاں رہی اگر سب کی ایک ہی حیثیت تھی۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کے پیش ہونے کا کیوں حکم فرمایا۔ پھر فرمایا۔ نماز کے لئے وہ آگے کھڑا ہو۔ جو تم میں زیادہ متقی اور اعلم ہو۔ اور اس طرح ایک کو خاص حیثیت دے دی۔ پس اس کا نام مساوات نہیں ہے کہ مختلف مدارج اور مختلف حیثیتوں کے آدمیوں کے ساتھ ایک ہی جیسا سلوک کیا جائے۔ جو لوگ مختلف علمی اور عملی مدارج رکھتے ہیں۔ یا ان کو بعض خاص رسوخ حاصل ہیں ان کو کیسے ایک ہی طرح کا سمجھا جا سکتا ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ کہ اگر تم کوئی بات سنو۔ تو اس کو ان لوگوں کے پاس لے جاؤ۔ جن کو استنباط کرنا آتا ہو۔ اب دیکھو استنباط والے الگ ہیں۔ مشورہ والے الگ۔ اب جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ ہر ایک کام میں سب کو شریک ہونا چاہیئے۔ وہ دراصل مساوات کا مطلب نہیں جانتا۔ اور حسد کرتا ہے۔ اور اپنے نفس کو دھوکہ دیتا ہے۔ کہ حسد کو مساوات کے لباس میں چھپاتا ہے۔

ایک امیر کو عمدہ کھانا کھلایا گیا۔ دوسرا جلتا ہے کہ اسے بھی کیوں نہ ایسا کھانا ملا۔ یہ مساوات نہیں بلکہ حسد ہے۔ جس کو نیکی کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ جب اس کو مساوات کہا جاتا ہے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی ایک بیوی سے مزاحاً کہا۔ کہ میں جب مرنے کے بعد بہشت میں جانے لگوں گا۔ تو اپنی دوسری بیوی تیری سوکن کو ہمراہ لے جاؤں گا بیوی نے کہا۔ کہ خدا کی قسم میں اس بہشت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی۔ اس بیوی نے جو یہ کہا۔ یہ اس کے حسد کا نتیجہ تھا۔ یہی حسد ہے۔ جو بڑھتے بڑھتے انسان کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ آج جو لوگ ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ وہ احمدی کہلاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کی کچھ نہ کچھ محبت دل میں رکھتے ہیں۔ اور حضرت اقدس کی کتب کو چھاپتے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ تبلیغ بھی کر دیتے ہیں باوجود ان باتوں کے ان کو ہم سے حسد ہے۔ اس لئے جہاں ہمارے آدمی جاتے ہیں کہ لوگوں کو احمدی بنائیں۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ لوگ احمدی نہ ہوں۔ اور انکو ورغلاتے ہیں۔ اور انکو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بس اسی خیال نے ان کو خراب کیا کہ وہ مساوات کے طالب تھے حالانکہ یہ مساوات نہ تھی۔ بلکہ حسد تھا۔ خوارج بھی یہی کہتے تھے کہ خلیفہ کون ہوتا ہے۔ اس کو کیا حق ہے کہ وہ ہم سے بڑا کہلائے۔ الحکم للّٰہ والامر شوریٰ بیننا۔ یہ بات تو سچ تھی۔ مگر انہوں نے اس سے غلط نتیجہ نکالا

پس حسد ایک بڑا مرض ہے۔ اس سے بچو۔ اور یاد رکھو۔ کہ اسلام مساوات کا مخالف نہیں۔ بلکہ مؤید ہے لیکن عام لوگ جس کو مساوات کہتے ہیں۔ وہ حسد ہے اور اسلامی مساوات ایک پاک چیز ہے۔ جس کا مقابلہ دنیا کی اور کوئی تعلیم نہیں کر سکتی۔

عورتوں میں تبلیغ کی ضرورت

چونکہ اسبات کی سخت ضرورت ہے۔ کہ ہماری جماعت کی مستورات عورتوں کے حلقہ میں تحریر اور تقریر کے ذریعہ احمدیت کی اشاعت کریں۔ اور انہیں توہمات اور باطل پرستیوں سے ہٹا کر حقیقی اسلام سکھائیں۔ اسلئے اگر کوئی خاتون ذرا بھی ادھر متوجہ ہوتی ہے۔ تو جی چاہتا ہے کہ خاص طور پر اس کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کیجائے۔ تاکہ جہاں وہ خود پہلے سے زیادہ شوق اور جوش کے ساتھ تبلیغ میں حصہ لے۔ وہاں دوسری مستورات کو بھی ادھر توجہ پیدا ہو۔ ذیل کا مضمون باوجود بالکل ابتدائی درجہ کا مضمون ہونے کے اسی غرض اور مدعا کو مدنظر رکھ کر شائع کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

اس زمانہ میں مسلمان عورتوں کو دین اسلام سے واقف کرنے اور سچی مسلمان بنانے کی جس قدر ضرورت ہے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو میں اپنی بہنوں کی آگاہی کے لئے بھی لکھتی ہوں:۔

ایک دن ایک سید قوم کی عورت مجھ سے ملنے کے لئے آئی۔ باتوں باتوں میں میں نے کہا یہ کپڑا کس نے رنگا ہے۔ وہ کہنے لگی کہ فلاں عورت نے رنگا ہے۔ میں نے کہا یہ تو بہت خراب رنگا ہوا ہے۔ اس نے کہا۔ خیر میں بھی اس سے بدلا لئے بغیر نہیں رہونگی۔ میں نے کہا تم کس طرح بدلہ لو گی اس نے کہا۔ وہ سیدوں کی کرامات کو نہیں جانتی۔ میں نے کہا۔ مجھے بھی اس بات سے آگاہ کرو۔ میں بھی نہیں جانتی۔ اس نے کہا۔ میرا ایک مولا ہے۔ وہ بہت سی کرامات جانتا ہے۔ ایک دفعہ اس نے ایک سیر سوت رنگنے کے لئے بھیجا۔ رنگنے والے نے اسکے بھائی سے دگنی رقم لے لی۔ جب اس کو معلوم ہوا۔ تو اس نے اسکی دوکان باندھ دی۔ اور دوکان اس طرح باندھتے ہیں کہ جس جگہ کپڑا رنگا جاتا ہے۔ اسجگہ کوئی چیز پڑھ کر دبا دیتے ہیں جسکے اثر سے وہاں جو کپڑا رنگا جاتا ہے۔ اس کو اچھی طرح رنگ نہیں چڑھتا۔ پھر تو وہ شخص روتا پھرے ایک روپیہ کے عوض جو اس نے زیادہ لیا تھا۔ ایک سو روپیہ دیسے مگر میرا ماموں نہ مانے۔ آخر چھ ماہ تک وہ شخص روتا رہا۔ پھر اس نے کہا بہن یہ بھی خدا کے کلام ہیں۔ جب ہمارے مرد پڑھ کر پھونک دیتے ہیں۔ تو پھر خواہ کوئی کتنا ہی زور لگائے کبھی کام ٹھیک نہیں ہوتا۔ میں نے اس کی باتیں سنکر کہا۔ توبہ کرو۔ توبہ۔ خدا ہی ہے۔ جو سب چیزوں پر قادر ہے۔ اس کے آگے سب ہیچ ہے۔ تم سیدزادی ہو کر اس قسم کے خیال رکھتی ہو۔ اصل میں تم لوگوں نے دین کو بھلا دیا ہے۔ اور کافروں والے خیالات کو دل میں جگہ دے لی ہے۔ یہ بات سنکر وہ غصے میں بھر گئی۔ اور کہنے لگی۔ ہم اگر کافر ہیں تو کیا تم مسلمان ہو۔ میں نے کہا خدا کے فضل سے ہم تو مسلمان ہیں۔ اس نے کہا۔ مجھ کو بھی بتا دو۔ تم کس طرح مسلمان ہو گئے ہو۔ میں نے کہا۔ جس امام مہدی کے آنے کا تم اور تمہارے باپ دادا برسوں سے انتظار کر رہے تھے۔ اور جب وہ آئے تو تم سب نے انکار کر دیا۔ انکو ہم نے قبول کیا ہے۔ اور انکے ذریعہ ہم حقیقی مسلمان بنے ہیں۔ تم میرے پاس آیا کرو۔ میں تم کو سچا مسلمان بننے کا طریق بتاؤنگی۔ اور حضرت مرزا صاحب کی

رسولاً الیٰ بنی اسرائیل

یسوع مسیح کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔

(۳)

اس نمبر میں ہم ان حوالوں کا جواب تحریر کرتے ہیں۔ جو غیر قوموں کو مسیح کی تبلیغ کرنے اور انہیں عیسائی بنانے کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں:۔

اول متی ۲۸/۱۹ "تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور انہیں باپ۔ بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو"

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ سب قوموں سے مراد بنی اسرائیل کے بارہ فرقے ہیں نہ کہ تمام جہان کی تمام اقوام۔ کیونکہ یہی حکم مسیح اس سے پہلے ایک دفعہ حواریوں کو دے چکا تھا۔ چنانچہ متی ۱۰/۵ میں ہے۔ کہ "اس نے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر تبلیغ کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔ کہ "غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ" متی ۱۰/۵

پھر اس کے علاوہ اپنی آمد ثانی کی نسبت اسی باب کی آیت ۲۳ میں یوں کہا ہے "جب وہ تمہیں ایک شہر میں ستائیں۔ تو دوسرے میں بھاگ جاؤ۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکو گے جب تک ابن آدم نہ آئے" اس سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ مسیح اپنی رسالت کو محض بنی اسرائیل کے لئے سمجھتا تھا۔ جبھی تو اسرائیل کے شہروں میں جانے کا اور تبلیغ کرنے کا ذکر کرتا ہے۔ پس اب متی ۲۸/۱۹ کے ایسے معنی نہ کرنے چاہئیں۔ جو مسیح کے منشاء کے خلاف ہوں۔ اور نقیض اور تضاد واقعہ ہو کر کلام کا اعتبار اٹھ جاوے بلکہ وہی معنے لئے جاویں۔ جو خود مسیح متی ۱۰/۵ و ۱۰/۲۳ و ۱۵/۲۴ وغیرہ میں بیان کر چکا ہے۔

پھر اس کے علاوہ ایک اور امر بھی قابل غور ہے متی ۱۹/۲۸ سے تو یہ ثابت ہوا۔ کہ آمد ثانی تک اسرائیل کے شہروں ہی میں پھر کر تبلیغ کا حکم دیتا ہے۔ مگر متی ۱۹/۲۸ سے جہاں لکھا ہے۔ کہ "تم (یعنے شاگرد) بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ فرقوں کا انصاف کرو گے" صاف ثابت ہے۔ کہ مسیح نے اپنے شاگردوں کو صرف اسرائیل کے بارہ فرقوں کی طرف ہی تبلیغ کرنے کو بھیجا تھا۔ ورنہ پھر صرف اسرائیل کے بارہ فرقوں کا انصاف چہ معنی دارد۔ جبھی ان پر عدالت ہوگی۔ جبکہ ان کو تبلیغ بھی کی گئی۔ اگر دیگر اقوام کو تبلیغ کیجاتی تو ضرور آخری عدالت کے ذکر میں ان کا بھی تذکرہ کرتا۔ اس حوالہ سے بھی ثابت ہے۔ کہ قیامت کے دن مسیح اور اس کے حواری صرف اسرائیل ہی کی عدالت کرینگے کیونکہ مسیح کی رسالت اور اس کے حواریوں کی تبلیغ صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے تھی نہ کہ تمام جہان کے لئے۔ پھر اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ متی ۲۸/۱۹ کے الفاظ "سب قوموں" سے مراد "بنی اسرائیل کے بارہ فرقے" ہیں نہ کچھ اور۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ مسیح کہتا ہے "میں دنیا کے آخر ہونے تک تمہارے ساتھ ہوں" اور استدلال کیا جاتا ہے کہ "پہلی سب قوموں کو تبلیغ کرنے کا حکم ہے۔ پھر دنیا کے آخر ہونے کا۔ اس سے صاف سمجھا جاتا ہے۔ کہ ساری دنیا میں تبلیغ کا حکم ہے" سو واضح ہو۔ اول تو یہ استدلال بالکل غلط اور بہت بھونڈا ہے۔ دوسرے ترجمہ پیش کردہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ درست ترجمہ یہ ہے "دیکھو میں زمانے کے تمام ہونے تک تمہارے ساتھ ہوں" نہ کہ "دنیا کے آخر ہونے تک" اس کے لئے اور نہیں تو تکلیف فرما کر متی کی انجیل کا حاشیہ ہی دیکھ لو۔ تسلی ہو جائیگی اس کے بعد مرقس ۱۶/۱۵ پیش کرنے میں آپنے غلطی کی۔ اول تو اس لئے۔ کہ اگر ایسا حکم مسیح نے کبھی دیا ہوتا۔ تو رسولی کونسل میں جو مباحثہ ہوا تھا۔ اور مباحثہ بھی اسی مضمون پر تھا۔ پطرس اور یعقوب اور پولوس جیسے کابر حواری ضرور اس مسیح کے حکم کو پیش کر کے معترضین کا منہ بند کر دیتے۔ مگر ان کا اس بارے میں مسیح کا کوئی قول پیش نہ کرنا اور یعقوب کا عموس کی کتاب سے استدلال کرنا صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ مسیح نے صرف بنی اسرائیل کی طرف اپنی رسالت و بعثت کو مخصوص سمجھا ہوا تھا۔ اور پھر اس مباحثہ تک حواریوں کا تامل کہ غیر قوموں کو اپنے میں شامل کرنا تو درکنار ان کے ساتھ کھانا کھانے بلکہ ملنے جلنے تک کو بہت برا بلکہ شرعی جرم تسلیم کرتے تھے۔ تو اور بھی پورے طور اور کامل وثوق سے باعتماد و یقین کلی کہنا پڑتا ہے۔ کہ مسیح صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔ جیسا مسیح نے خود متعدد بار فرمایا۔

پھر اس کے علاوہ ایک دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ اسی مرقس ۱۶/۱۵ کے بعد آیت ۱۹ میں یوں ہے:۔

"غرض خداوند انہیں ایسا فرمانے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔ اور خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا۔ پھر انھوں نے باہر جا کر ہر جگہ منادی کی۔ اور خداوند ساتھ ہو کے کام انجام دیتا تھا۔ اور کلام کو ان معجزوں کے وسیلے سے جو اس کے سنانے کے بعد ہوتے تھے۔ ثابت کرتا رہا"

اب یہ امر مسلمہ ہے کہ رسولی کونسل کے مباحثہ تک حواری غیر اقوام میں تبلیغ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مسیح کی رسالت کو صرف بنی اسرائیل کے لئے جانتے تھے۔ پس اگر حواری اس بارے میں غلطی پر ہوتے۔ تو مسیح جو ان کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ ضرور ان سے کہہ دیتا کہ غیر اقوام میں بھی تبلیغ کرو۔ مگر جبکہ وہ زندہ تھا۔ اور زمین پر رہتا تھا۔ اس وقت اس نے یعنی مسیح نے ایسا حکم نہیں دیا تھا۔ پھر اٹھائے جانے کے بعد کیونکر ایسا کہہ سکتا تھا پھر اس کے علاوہ یہ بھی واضح ہو۔ کہ کتاب مقدس کے محاورہ کی رو سے دنیا سے مراد ساری دنیا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک محدود قطعہ زمین جو متکلم کے زیر نظر یا جسے متکلم جانتا تھا۔ چنانچہ یہ حوالہ متعدد بار مستعمل ہوا ہے۔ مثلاً متی ۲۷/۴۵ و لوقا ۲۳/۴۴ میں ہے، "پھر دوپہر کے قریب سے تیسرے پہر تک ساری دنیا میں اندھیرا چھایا رہا" اور بعض نسخوں میں اس کا ترجمہ یوں بھی کیا ہے۔ "پھر دوپہر کے قریب سے تیسرے پہر

تک تمام سرزمین پر اندھیرا چھایا رہا۔ اور سورج کی روشنی جاتی رہی " اب جائے غور ہے۔ کہ ہندیوں چینیوں۔ مجوسیوں۔ فارسیوں۔ عربوں۔ افغانوں وغیرہ کی تواریخی کتب میں ہرگز اس بڑے اندھیرے کا جو تین چار گھنٹے تک رہا تھا۔ ذکر نہیں۔ بلکہ دنیا یا تمام سرزمین سے مطلب ان کا صرف وہی ملک کنعان و شام تھا۔ جسے وہ جانتے تھے۔ نہ کہ ساری دنیا پھر اس کے علاوہ عہد عتیق کا وہ مقام پڑھو۔ جہاں لکھا ہے۔ کہ " دنیا سے اس قوم کو معدوم کر دیا " حالانکہ وہی قوم پھر دنیا میں موجود ہو گئی۔ پھر جب اس پر اعتراض کیا گیا۔ تو مفسرین مثل ہارن صاحب و آدم کلارک صاحب نے صاف کہدیا کہ " اس سے مراد صاحب تحریر کی صرف وہی ملک کنعان و شام ہے۔

پھر اس کے علاوہ یوحنا کی انجیل کے ۱۵ باب میں مسیح یوں کہتا ہے۔ کہ " اگر دنیا تم سے عداوت رکھتی ہو تو تم جانتے ہو۔ کہ اس نے تم سے پہلے مجھ سے بھی عداوت رکھی ہے " پھر کہتا ہے۔ " لیکن چونکہ تم دنیا کے نہیں۔ بلکہ میں نے تم کو دنیا میں سے چن لیا ہے " اب بتاؤ۔ کہ کیا ساری دنیا نے اس وقت مسیح اور اس کے شاگردوں سے عداوت اور دشمنی کی تھی۔ یا صرف شام کے ملک کے یہودیوں اور بعض دیگر اقوام کے بعض افراد نے۔ پھر کیا مسیح نے تمام دنیا میں چل پھر کر اپنے بارہ حواریوں کو مختلف ممالک سے منتخب کیا تھا یا صرف علاقہ شام سے۔ پس صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ انجیل نویسوں کی دنیا سے مراد تمام دنیا نہیں بلکہ صرف کنعان وغیرہ کا علاقہ ہے۔

اس کے بعد جو یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ " یسوع نے سامریوں کو اپنا مرید کیا۔ اور ان کے ہاں رہا " یہ عجیب دلیل ہے۔ سامری تو عہد عتیق کی پہلی سات کتب کو یا بعض سامریوں کے فرقے پانچ کتب کو تو ہمیشہ سے مانتے چلے آتے ہیں۔ پھر تواریخ کلیسیا میں صاف لکھا ہے۔ کہ یہودی لوگ بھی سامریوں کو اپنا مرید بنایا کرتے تھے۔ پھر اس میں کونسی قباحت لازم آئی اگر مسیح نے بھی سامریوں کو اپنا مرید کر لیا۔

علاوہ ازیں ایک اور امر قابل غور ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ امر تو خود مسیحی محققین کے نزدیک مسلمہ ہے کہ مسیح کی کوئی شریعت نہیں۔ انجیل میں کوئی شریعت بیان نہیں کی گئی۔ جیسا یوحنا انجیل نویس بتاتا ہے کہ " کیونکہ شریعت موسیٰ کی معرفت دی گئی۔ مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح سے پہونچی " یوحنا ۱ باب ۱۷۔ پس موسیٰ کے بعد کوئی شریعت نہیں۔ لہذا اس امر کا سوچنا نہایت ضروری ہے کہ انجیل میں پھر کہا گیا ہے۔ شریعت تو ہے نہیں۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ جس طرح زبور اور صحف الانبیاء میں شریعت نہیں بلکہ آنے والے انبیاء کی نسبت پیشگوئیاں ہیں جیسے مسیح اور یوحنا وغیرہم کی بابت اسی طرح انجیل میں جو یونانی ہیں۔ انگلیون ہے اور عبرانی میں بشورہ یعنی بشارت و خوشخبری ہے۔ آیندہ آنے والے انبیاء کی نسبت پیشگوئیاں موجود ہیں۔ اور اب یہ امر ظاہر ہے کہ مسیح تو آ گئے۔ پھر بشارت کیسی؟ پھر جب ہم مسیح کے یہ کلمات پڑھتے ہیں۔ جو اس نے اپنے شاگردوں کو اس وقت جبکہ ان کو تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔ تعلیم کئے تھے۔ یعنے " چلتے چلتے یہ منادی کرنا۔ کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے "۔ اور دعائے ربانی میں " تیری بادشاہت جیسی آسمان پر ہے زمین پر بھی ہو " تو صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ انجیل اور مسیح صرف کسی آیندہ آنے والے ذی شان نبی کی پیشگوئی سنانے کے لئے ہی ہیں۔ اور وہ نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چنانچہ مسیح نے خود یوحنا کی انجیل میں صاف فرمایا کہ " تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے " کیونکہ میں اگر نہ جاؤں تو تسلی دینے والا (یا وکیل) تمہارے پاس نہیں آویگا " اور اس کے سوائے یوحنا کی انجیل میں کئی دیگر مقامات پر صاف پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ جن سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح کے بعد ایک ذی شان نبی دنیا پر آنے والا ہے۔ اور چونکہ " وہ نبی " تمام جہان کے لئے تھا۔ اور ساری خلقت کا رسول تھا۔ اور مسیح اس کے لئے خلقت کو تیار کرنے اور " صاف راہ " کرنے آیا تھا۔ لہذا ضروری تھا۔ کہ مسیح اپنے شاگردوں کو یہ بھی کہتا۔ کہ تمام جہان میں جاکر اس خوشخبری کو پھیلاؤ۔ تا آنے والے ذی شان نبی کو قبول کرنے کے لئے دنیا تیار ہو جاوے۔ لہذا اسی غرض کو مد نظر رکھ کر مسیح نے ایسا حکم دیا۔ اور اس امر کے لئے ہم تمام مسیحیوں کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ بے شک اس بات کا ہم سے ثبوت لے لیں۔ کہ بائبل میں صاف طور پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیشگوئیاں موجود ہیں۔ ایسی اور اسقدر کہ ایسی اور اتنی مسیح کے لئے ہرگز نہیں۔ اور خود مسیح نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت اناجیل میں خصوصاً یوحنا کی انجیل میں پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ اور اعمال الرسل و خطوط الرسل و مکاشفات میں بھی ایسی ثبوتیں صاف اور مبین طور پر موجود ہیں۔

یہ تو ایک دوسری بات ہے۔ جس کے بیان کرنے کے بعد ہم کہتے ہیں۔ کہ چونکہ یہودی مسیح کے وقت میں تمام دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ مثلاً یورپ کے ملک میں سوائے روم و یونان کے اور کئی ممالک میں بھی آباد تھے۔ ایشیا کے تمام ممالک میں بھی آباد ہو گئے تھے۔ افریقہ کے براعظم میں بھی موجود تھے پس مسیح نے اگر ایسا حکم دیا ہے۔ جو آج مسیحی پیش کرتے ہیں۔ تو مطلب اس کا صرف یہ ہے۔ کہ تمام جہان میں جاؤ اور تبلیغ کرو۔ اور کن کو تبلیغ کرو۔ اس کا جواب مسیح کے یہی کلمات ہیں :- " میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا "۔

پس ضرور تھا۔ کہ مسیح بوجہ یہود کے تمام ممالک میں تتر بتر ہو جانے کے ایسا حکم دیتا۔ مگر اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کہ مسیح نے یہود کے سوائے غیر اقوام کو بھی تبلیغ کرنے کے لئے حکم دیا تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں۔

عبد الخالق نو مسلم

وی پی کی اطلاع

جن خریداران الفضل کی قیمت ۱۵ ستمبر میں ختم ہوتی ہے انکو نام اکتوبر کا پہلا یا دوسرا پرچہ وی پی ہوگا۔ اطلاعاً عرض ہے

لکھنؤ کا جلسہ اور ہمارا وفد

یہ جیسا کہ احباب کو معلوم ہے ۔۱۲ر ستمبر کو لکھنؤ میں مسلمانوں کا ٹرکی کے متعلق جو جلسہ ہوا ۔ اس میں شمولیت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار اصحاب کا ایک وفد گیا تھا جو حضور کا ایک مضمون پمفلٹ کی صورت میں چھپوا کر لے گیا تھا۔ وفد نے جو کچھ وہاں دیکھا اور جو حالات اسے پیش آئے ۔ احباب کی آگاہی کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں :-

(ایڈیٹر)

ناظمین جلسہ میں بعض اندرونی اور پنہانی اختلافات کا ظہور انتخاب صدر کے سوال کی صورت میں ہوا ۔ مستقل صدر اس جلسہ کے سیٹھ ابراہیم ہارون جعفر آف پونا تھے لیکن جو وقت مشتہر کیا گیا تھا۔ لوگ اس سے پہلے ہی آ چکے تھے ۔ اس لئے کچھ رد و بدل اور چلی کٹی باتوں کے بعد مولوی عبد الباری صاحب پریزیڈنٹ ہوئے ۔ اور دو ریزولیوشن ان کی صدارت میں پاس ہوئے ۔ اس عرصہ میں ہمارا پمفلٹ تقسیم ہو چکا تھا۔ اور لوگوں کو اس وقفہ میں جو نماز ظہر کے لئے ہوا ۔ اس کے پڑھنے کا بھی موقعہ مل گیا۔ ہم کو خیال تھا کہ لوگ اسے لے کر ضائع کر دینگے مگر نہایت شوق سے لوگوں نے اسے پڑھا ہے جلسہ کے دوسرے حصہ میں بھی بعض بدمزگیاں ہوتی رہیں ۔ پریسیڈنٹ اپنی تقریر کو خود نہ پڑھ سکے وہ ابھی تقریر پڑھ ہی رہے تھے ۔ کہ ان کی مطبوعہ تقریر تقسیم کرنی شروع کر دی گئی اور آخر پریسیڈنٹ صاحب اپنی تقریر صدارت کو ناتمام چھوڑ کر بیٹھ گئے ۔ اور معمولی کارروائی ریزولوشن پاس کرنے کی ہونے لگی ۔ عام طور پر جلسہ میں ایک پریشانی اور غیر مطمئن حالت تھی ۔ اور یہ جلسہ کی نوعیت کی وجہ سے نہ تھی ۔ بلکہ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں ۔ اس کی جڑ مسلمانوں کی شامت اعمال تھی ۔ اس جلسہ میں سید سلیمان صاحب ندوی نے ایک ریزولوشن پیش کیا۔ اور اس ریزولیوشن کو پیش کرتے وقت جو تقریر انہوں نے کی ۔ اس میں کا ایک فقرہ قابل ذکر ہے ۔ جو حاضرین کو مخاطب کر کے کہا ۔ کہ اب تمہارے لئے دو ہی راہیں ہیں ۔ یا تو یہودی بن کر رہو ۔ اور یا کچھ کرو ۔ اور آخر میں کامل مایوسی کا اظہار کر کے کہا کہ میں اب آپ سے رخصت ہوتا ہوں نہیں بلکہ اسلامی اقتدار سے رخصت ہوتا ہوں ۔

جلسہ کے دوران میں بھی مناسب طریق پر پمفلٹ تقسیم ہوتا رہا ۔ اور فرداً فرداً موقعہ ملنے پر بعض لوگوں کو اس کے مضمون سے زبانی بھی آگاہ کیا جاتا رہا ۔

۲۲ر کی صبح ہم لوگ مختلف اشخاص کو ان کے ڈیروں پر ملنے کے لئے گئے ۔ سب سے پہلے پریزیڈنٹ کانفرنس کی ملاقات کے لئے بھوپالی ہوس میں گئے ۔ اور معلوم ہوا ۔ کہ پریزیڈنٹ صاحب رات ہی کو چلے گئے ہیں ۔ اسی جگہ بہار کے ڈیلیگٹس ٹھہرے ہوئے تھے ۔ محمد شفیع صاحب بی ۔ اے پلیڈر سکرٹری پراونشل مسلم لیگ اور ان کے دوسرے رفقاء سے تبادلہ خیالات ہوا ۔ یہ صاحب مولوی عبد الماجد صاحب کے شاگرد ہیں ۔ سلسلہ کے متعلق مختلف مضامین پر دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا ۔ اور توجہ سے وہ لوگ سنتے رہے ۔ اعتراض بھی کرتے رہے جنکے جواب دیئے گئے ۔ آخر ان کو قادیان آنے کی دعوۃ دیگئی ۔ اور بذریعہ مراسلات بھی تبادلہ خیالات کی تحریک ہوئی ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پتے لکھ دئے ۔

اسی جگہ حسن نظامی صاحب بھی ٹھہرے ہوئے تھے وہ بھی آ کر ملے ۔ اور اپنے کمرہ میں لے گئے ۔ اور سب کے سامنے کہا کہ میں نے اس رسالہ کو پڑھا ہے ۔ جو ابتدائی حصہ ہے وہ نہایت معقولیت سے لکھا گیا ہے ۔

وہاں سے فارغ ہو کر ہم بنگال کے قائم مقاموں کے پاس پہونچے ۔ جناب آنریبل مولوی فضل حق صاحب بھی تھے ۔ اور انہیں کو ملنے گئے تھے ۔ مگر وہاں بہت بڑا مجمع تھا ۔ اور یہ سب صاحبان تعلیم یافتہ اور معزز لوگ تھے ان میں ایک شخص وکیل الدین نامی قادیان میں تین ماہ تک رہ چکے ہیں ۔ اور قادیان کی عملی حالت کے متعلق لوگوں کو شوق دلاتے رہتے ہیں ۔ اور خوب تعریف کرتے ہیں ۔

ایک مشہور فلاسفر سید حسین علی صاحب ہیں ۔ ان سے تو بہت دیر تک گفتگو رہی ۔ اور نہایت توجہ اور محبت سے انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔ سوال کرتے رہے ۔ جوابات پاتے رہے ۔ چونکہ ذکی الفہم اور تجربہ کار آدمی ہیں ۔ اس لئے انہوں نے بہت شرح صدر کے ساتھ گفتگو کی ۔ قرآن مجید کے ترجمے کے یہ تمام لوگ شوقین پائے گئے ۔ اور انہوں نے اس کی جلد اشاعت کے لئے بے چینی کا اظہار کیا ۔ آنریبل فضل حق صاحب بہت متین اور قابل آدمی ہیں ۔ اور نہایت سنجیدہ ہیں ۔ خواجہ کمال الدین کے متعلق انہوں نے کہا کہ میں ان کی تحریروں کو پڑھتا رہا ہوں ۔ مگر میں نے کبھی یہ خیال نہیں کیا تھا کہ وہ احمدی ہیں ۔

ان لوگوں میں مولوی عطاء الرحمن صاحب کے بھی واقف تھے ۔ چنانچہ وہ فلاسفر ان کا کلاس فیلو رہا ہے ۔ اور مولوی مبارک علی صاحب بی ۔ اے بی ٹی کے بھی آشنا تھے ۔ وکیل الدین صاحب نے کہا کہ میں تو جہاں جاتا ہوں قادیان کا ذکر کرتا ہوں ۔ یہ شخص گویا سلسلہ کا ایک مبلغ ہے ۔ یہ ملاقات خدا کے فضل سے بہت کامیاب ہوئی ۔

بنگال میں قبول حق کی بہت استعداد پائی جاتی ہے سالانہ جلسہ پر آنے کے لئے لوگوں کو ہم نے دعوت دی ہے اور انہوں نے خود اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے ۔

وہاں سے فارغ ہو کر فرنگی محل کے علماء کے پاس پہونچے ۔ وہاں الہ آباد ۔ پھلواری وغیرہ کے علماء بھی موجود تھے ۔ مولوی عبد الباری صاحب اخلاق سے ملے مگر وہ اس بدمزگی کی وجہ سے جو جلسہ میں سوال صدارت کی وجہ سے ہو گئی تھی ۔ پریشان تھے ۔ پمفلٹ پیش کیا گیا ۔ جس پر علمائے موجودہ نے مخالفت کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ اور خلافت کے سوال پر تیز ہوئے ۔ مگر ان کو بتایا کہ خود مولوی عبد الباری صاحب نے کہہ دیا ۔ کہ یہ مسئلہ خلافت اختلافی ہے ۔ تو اوروں پر اعتراض کیوں کرتے ہو ۔ اور کہاں شیعہ خلیفہ مانتے ہیں ۔ ہم سلطان کو خلیفۃ المسلمین نہیں مانتے اس پر انہوں نے کہا ۔ کہ کیا ... اپنے آپ کو خلیفۃ المسلمین اس ٹریکٹ میں نہیں کہا گیا ۔ جواب دیا گیا ۔ کہ بیشک

ہم اپنے امام کو خلیفۃ المسلمین مانتے ہیں

پمفلٹ پر سیاسی نظر سے بھی بعض تعلیم یافتہ لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہ برطانیہ کو دوست کیوں ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ ایسی باتیں تھیں جو ایکسٹریمسٹ لوگوں کا معمول ہے ؎

قریباً ایک گھنٹہ تک یہاں گفتگو مختلف اشخاص سے ہوتی رہی۔ مسئلہ اشاعت اسلام کے متعلق ہمیں کہا گیا۔ کہ اس کے ساتھ اتفاق ہے۔ اور اس کے متعلق خط و کتابت کرینگے۔ یہ کان پور کے ایک شخص نے کہا اس سے انکے اسماء پوچھے گئے۔ تو اس نے کہا کہ بذریعہ خط و کتابت اسکو طے کرینگے۔ اور اپنا پتہ دیدیا۔

سیٹھ طیب جی صاحب بھی وہاں مولوی عبدالباری صاحب ہی کے مکان پر آگئے تھے۔ ان سے وقت ملاقات مقرر کر لیا گیا۔ ۲ اور ۳ بجے کے درمیان وہاں پہونچے۔

جناب نبی اللہ صاحب بیرسٹر کے مکان پر ۲ بجے موصوف سے ملے۔ اور ان کے سامنے رسالہ کا مضمون دوہرایا گیا۔ اور سلسلہ کے متعلق بھی ذکر ہوا۔ اسی سلسلہ میں نبی اللہ صاحب بھی آگئے۔ انکے پاس ہمارا ترجمہ پہلے سے پہونچ چکا ہے۔ اسکی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور سلسلہ کے ساتھ واقفیت کی تاریخ بتائی۔ کہ شاہ رکن الدین مرحوم ساکن کڑا جو ایک مخلص اور پرجوش احمدی تھے اور میرے عزیز تھے۔ ان سے مجھے اس سلسلہ کا علم ہوا اور حضرت اقدس علیہ السلام کی تحریروں اور الحکم کو پڑھتا رہا۔ اور میرے دل پر ان تحریروں کا اثر ہے۔ پھر وہ بعض سوالات کرتے رہے اور حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب نے بڑی بسوط تقریر کی۔ اور وہ خدا کے خاص فضل اور توفیق سے نہایت عالمانہ تھی۔ اور تصوف کے رنگ میں رنگین۔ ہم تین بجے ان کے مکان پر گئے تھے۔ اور ساڑھے پانچ بجے تک سلسلہ کلام جاری رہا۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اور آخری وقت تک کہ ہم گاڑی پر سوار ہوں۔ سلسلہ کلام جاری رہا۔

اس طرح ملاقاتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ بعد کے حالات پھر ۔

قادیان سے لنڈن

نیّر کا سفر نامہ

۲۰۔ جولائی ۱۹۱۹ء۔ کرسی سے اٹھنے کی ہمت نہیں۔ چھت پر سے نیچے جانا مصیبت کا سامنا ہے موجیں کبھی کبھی پانی اچھال کر اوپر بیٹھے بیٹھے لوگوں کو بھی تر کرتی ہیں۔ اس عالم پریشانی میں جبکہ سوائے جہاز کی آواز کے اور کوئی جاندار جہاز سے باہر میلوں تک نظر نہیں آتا۔ انگریز ننھے بچوں کے چیخنے اور خوشی سے کھیلنے کی آواز دلکش اور بچوں والے مردوں کے لئے ایک بہلانے کا سامان اور آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی ننھی صورتوں کو یاد دلانے کی محرک تھی۔ اس حالت میں میں نے بحیرہ عرب کے پانیوں کو مخاطب کیا۔ اور اس اسلامی جھیل کی سابقہ عظمت کو آنسو بھری آنکھوں اور درد بھرے دل کے ساتھ یاد دلا کر اس کے اوچھے ابال پر اسے شرمندہ کیا۔ اور کہدیا کہ "اے عرب کے مکدر پانی! تو اب اپنی اصل پاکیزگی سے دور ہے۔ نہ تیرے شمالی ساحلوں پر اسلام ہاں مقدس اور پاک اسلام کا نام ہے اور نہ مغربی و شرقی ساحلوں پر اس پاک ذات کی صفائی و روشنی کا نشان ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم لائے تھے۔ تو بیشک ایک وقت مسلمان تھا۔ مگر اب ضرورت ہے۔ کہ تو پھر مسلمان سے مسلمان بنجائے۔ اور بجائے اس تکلیف دہ جلال کے جمالی رنگ دکھا کر احمدی ہو جائے۔ پھر تو عزت والا شفاف و صاف پانی ہو گا۔ اور تیری سابقہ عظمت بحال ہو گی" ؎

۲۱۔ جولائی ۱۹۱۹ء۔ میں تو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایک ہندو شریف کے دل میں ڈالا کہ وہ میرے پاس آکر میری باتیں سنے صاحب موصوف کا اسم گرامی مسٹر آر۔ ہنڈو ہے۔ اور کشمیری پنڈت ہیں۔ آپ یورپ کا سیر کرنے جاتے ہیں اور جنوبی فرانس۔ پرتگال۔ سپین میں عورتوں کی تعلیم اور عام حالت کا ملاحظہ کرینگے۔ مجھ سے فرمانے لگے۔ کہ یہ ممالک اسلامی تھے۔ اور ان کی تہذیب ہونگے۔ میں نے ان کے جواب میں صرف یہ کہا ؎

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا

پیارے ہنڈو! ان ملکوں میں اگر اسلامی نشانات کا اب پتہ نہ چلے۔ تو وہاں کی زمین سے یہ کہدینا۔ اسلام نے اپنی ترقی کے زمانہ میں یہاں ظلم نہیں کیا۔ میری آنکھوں سے اسوقت واقعی آنسو آگئے۔ اور زمانہ کے تغیر کا ایک نقشہ سامنے آگیا۔ ع

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔

۲۲۔ جولائی ۱۹۱۹ء۔ موسم بدستور خراب طوفان زوروں پر ہے۔ آج سورج قدرے چمکا ہے۔ سیاہ پرندے پانی پر اڑتے دکھائی دیتے ہیں کہ یہ بھی بگلے ہیں۔ جو سمندر کی لہروں پر بسیرا کرتے ہیں۔ جہاز کا کپتان ہوشیار آدمی ہے۔ اور حضور وائسرائے کی لڑکی بھی جہاز پر سوار ہے۔ اس لئے جہاز کو بیچ سمندر سے ہٹا لیا گیا ہے اور ساحل کے قریب لا کر چلا رہا ہے۔ ایک خطرناک طوفان باد آرہا ہے۔ کپتان کوشش کر رہا ہے۔ کہ اس "بادی" سے جہاز بچ جائے۔

۲۴۔ جولائی ۱۹۱۹ء۔ آج چند مسلمانوں سے گفتگو کرنے اور احمدی لٹریچر تقسیم کرنے کا موقعہ ملا ہے

۲۵۔ جولائی ۱۹۱۹ء۔ ۳۰۰ میل کا چکر کاٹ کر اور طوفان باد سے بچکر جہاز آج ساحل عرب کے قریب پہونچا ہے۔ ہم کو اتفاق سے ایک چھوٹا سرکاری لانچ نیوخانی کشتی مل گئی۔ اور ہم نے زمین عرب پر اتر کر حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور طوفان سے بچکر عدن صحیح سلامت پہنچنے کا تار دیا۔ ایک مسجد میں نماز ظہر و عصر با جماعت ادا کی۔ اور عدن کی بندرگاہ کو ایک نظر سے دیکھا۔

عدن کا قدیم قصبہ یہاں سے موٹر کار میں ۵ منٹ کا راستہ ہے، اور موٹریں یہاں سے بکثرت ملتی ہیں۔ مگر ہم نے بندرگاہ کی چھوٹی سی بستی میں تمام نمونہ دیکھ لیا ہے۔ قہوہ خانے عربوں سے پر ہیں۔ گنجفہ کھیل رہے ہیں۔ تجارت تمام یونانیوں۔ یہودیوں

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا)